QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: **02 Issue** No: **03 (2025)**

ازدواجی زندگی اور معاصرانہ پیچیدگیاں: منتخب کتب تفاسیر میں اصولی مباحث کا اطلاقی مطالعہ

Marital Life and Contemporary Complexities: An Applied Study of Doctrinal Discussions in Selected Tafsir Literature

Afshan Mubeen
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies and Shariah, Minhaj University, Lahore, Pakistan.
Email: mubeeng4588@gmail.com

Abstract

Marital life is a cornerstone of human society, deeply rooted in the ethical and spiritual foundations of Islamic teachings. This study explores the principles governing marital relationships as outlined in selected classical and contemporary Tafsir works. The research focuses on addressing modern complexities in marital life, such as shifting gender roles, communication challenges, financial pressures, and the influence of globalization on family structures.By analyzing the doctrinal discussions in the Quran and their interpretation in key Tafsir texts, the study highlights the wisdom and applicability of Islamic principles in resolving these complexities. It evaluates the balance between rights and responsibilities within marriage, emphasizing mutual respect, compassion, and justice as pivotal elements. Furthermore, the research bridges the gap between traditional exegetical insights and the practical needs of contemporary society.This applied study underscores the relevance of Quranic guidance in providing sustainable solutions to marital challenges in the modern era. It also offers recommendations for applying Tafsir-based principles to promote harmony, resilience, and spiritual growth in marital relationships.

***Keywords**: Marital life in Islam, Quranic guidance, Tafsir literature, contemporary marital challenges, gender roles, mutual respect, marital harmony, Islamic principles, financial pressures, globalization.*

تعارف:

ازدواجی زندگی اسلامی معاشرت کا بنیادی جزو ہے، جس کے اصول قرآن و سنت میں واضح طور پر متعین کیے گئے ہیں۔ موجودہ دور میں ازدواجی زندگی کئی پیچیدگیوں سے دوچار ہے، جیسے صنفی کرداروں میں تبدیلی، باہمی رابطے کی مشکلات، مالی دباؤ، اور عالمی ثقافتی اثرات۔ یہ تحقیق منتخب تفاسیر کی روشنی میں ازدواجی زندگی کے اصولی مباحث کا اطلاقی مطالعہ کرتی ہے، تاکہ موجودہ پیچیدگیوں کا حل پیش کیا جا سکے۔ تحقیق کا مقصد ازدواجی تعلقات میں حقوق و فرائض کا توازن، باہمی احترام، ہمدردی، اور عدل پر مبنی رہنمائی فراہم کرنا ہے۔ یہ مطالعہ تفسیری بصیرت کو عصر حاضر کی ضروریات کے ساتھ جوڑ کر ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور استحکام کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ازدواجی زندگی کے اصولی احکام نہایت جامع، متوازن اور فطری بنیادوں پر قائم ہیں۔ نکاح کو محض ایک سماجی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مقدس عہد اور عبادت قرار دیا گیا ہے، جس کا بنیادی مقصد سکون، محبت، اور رحمت کا حصول ہے، جیسا کہ سورۃ الروم (آیت 21) میں ارشاد ہوتا ہے:

"اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو، اور اُس نے

تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔ "اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کا مقصد صرف نسل انسانی کی بقا نہیں بلکہ قلبی و روحانی سکون کا حصول بھی ہے۔ قرآن مجید میاں بیوی کے باہمی حقوق و فرائض کو بھی نہایت وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ سورۃ البقرہ (آیت 228) میں فرمایا گیا: "اور عورتوں کے لیے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے، عرف کے مطابق۔ "اس آیت سے زوجین کے درمیان مساوات، عدل اور ذمہ داری کا تصور ابھرتا ہے۔ شوہر پر نان و نفقہ، تحفظ اور قیادت کی ذمہ داری ہے، جبکہ بیوی کو وفاداری، اطاعت اور عزت نفس کا تحفظ کرنا لازم ہے۔ اسی طرح عدل، مودت و رحمت، اور حسن معاشرت ازدواجی زندگی کے بنیادی ستون قرار دیے گئے ہیں۔ سورۃ النساء (آیت 19) میں ارشاد ہوتا ہے" : اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی گزارو۔ "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی تعلق محض قانونی یا جسمانی رشتہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و روحانی بندھن ہے جس میں نرمی، لحاظ، اور محبت لازمی عناصر ہیں۔ اگر اختلاف یا تنازع پیدا ہو تو قرآن مجید صلح و مفاہمت کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ سورۃ النساء (آیت 35) میں حکم ہے کہ فریقین کے درمیان مصالحت کے لیے دونوں طرف سے ایک ایک ثالث مقرر کیا جائے تاکہ باہمی رضامندی سے رشتہ قائم رہے۔ یہ طریقہ کار نہ صرف عملی ہے بلکہ معاشرتی امن و استحکام کا ضامن بھی ہے۔ یوں قرآن مجید ازدواجی زندگی کے ہر پہلو کو نہایت حکیمانہ انداز میں رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو ہر دور میں قابلِ عمل اور مؤثر ہے۔

اسلام میں جہاں مردوں کو فضیلت عطا کی گئی ہے، وہاں خواتین بھی کسی طرح سے کم درجہ نہیں رکھتیں۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید میں اسلامی احکام کے مخاطب مرد و خواتین دونوں ہیں۔ بعض احکام ایسے بھی ہیں کہ جن کی مخاطب فقط عورت ہیں۔ سیرت مطہرہ میں رسول کریم ﷺ کا مردوں اور عورتوں دونوں طبقات سے مخاطب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ کبھی کبھار آپ کی بطور خاص خواتین کے لئے الگ نشست بھی فرمایا کرتے تھے؛ تاکہ خواتین کی تربیت کا خصوصی اہتمام ہو سکے۔ چونکہ مرد و عورت کے ملنے سے ہی زوجین کا رشتہ وجود میں آتا ہے۔ اسی لیے زوجین کے حقوق کو اسلامی تعلیمات یعنی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں سمجھنا ایک توجہ طلب معمہ ہے۔ اسلام میں جیسے شوہر کے حقوق ہیں ایسے ہی بیویوں کے ہیں اور جیسے شوہر پر فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح بیوی پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ گھریلو امور کی انجام دہی میں بیویوں کی اعانت مردوں کی ذمہ داری اور سنت نبوی ﷺ بھی ہے۔ بیویوں کو ایک نوکرانی کی طرح گھریلو کام کاج میں الجھائے رکھنا، عمومی مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ شریعت نے بہت سے بنیادی احکامات میں بیوی کو گھریلو کام کاج سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

شوہر اگر حقوق شرعیہ ادا نہ کرے تو وہ عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ قاضی بیوی کو حقوق دلائے گا اور بعض حقوق ادا نہ کرنے پر نکاح فسخ بھی کر سکتا ہے۔ اسی طرح بیوی بھی خاوند کے حقوق ادا کرنے کی پابند ہے۔ ائمہ تفسیر اور فقہاء اسلام نے اپنی اپنی کتب میں حقوق زوجین کی خوب وضاحت کی ہے۔ عصر حاضر میں بعض دیگر معاشرتی مسائل کی طرح زوجین کے حقوق بھی مختلف، تنظیموں اور ذرائع ابلاغ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ یہاں مفسرین کی آراء میں چند رہنما اصولوں کا ذکر کرنا موضوع بحث ہے جن سے رشتہ زوجین کی توضیح ہو سکے اور اس رشتہ کے حقوق و فرائض کی تصریح کی جا سکے۔ اور ان اصولوں کے اطلاق کے نتیجے میں کس طرح اس رشتہ کے مثبت اثرات سامنے آسکتے ہیں، اس کو مترشح کرنے کی قوی سعی کی جائے گی۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: **02** **Issue** No: **03 (2025)**

رشتہ ازدواج کی اہمیت قرآن میں یوں بیان ہوئی ہے:

> وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (1)
>
> اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو (عمرِ نکاح کے باوجود) بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں اور اپنے باصلاحیت غلاموں اور باندیوں کا بھی (نکاح کر دیا کرو)، اگر وہ محتاج ہوں گے (تو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔

منتخب تفاسیر میں ان اصولوں کی وضاحت

قرآن مجید میں بیان کردہ ازدواجی اصولوں کی تفہیم و تعبیر میں مختلف مفسرین نے اپنے علمی منہج اور فقہی پس منظر کے مطابق گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ تفاسیر قرآن میں ان اصولوں کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین نے نہ صرف لغوی و نحوی نکات کو مدنظر رکھا بلکہ آیات کے شانِ نزول، سیاق و سباق، احادیثِ نبویہ، اور فقہی آراء کی روشنی میں عمیق تجزیہ بھی پیش کیا۔ مثلاً **تفسیر ابن کثیر** میں ازدواجی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے روایاتِ صحابہ و تابعین کو بنیاد بنایا گیا ہے، جبکہ **تفسیر قرطبی** میں فقہی مباحث کے ساتھ ساتھ عملی اطلاقات کو بھی نمایاں کیا گیا ہے، خصوصاً طلاق، خلع، نان و نفقہ، اور عدت کے مسائل میں قرطبی کی فقہی گہرائی نمایاں ہے۔ اسی طرح **تفسیر مراغی** اور **تدبر قرآن** جیسے جدید رجحان رکھنے والے مفسرین نے ازدواجی اصولوں کو عصرِ حاضر کے سماجی و نفسیاتی پہلوؤں کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ مراغی، تعلیم یافتہ معاشروں میں عورت کے کردار، خاندان کی اہمیت، اور انسانی dignity پر زور دیتے ہیں، جبکہ امین احسن اصلاحی نے "تدبر قرآن" میں مودت، رحمت اور عدل کو معاشرتی توازن کے اہم عناصر قرار دیا ہے اور ازدواجی رشتے کی اصل روح کو اجاگر کیا ہے۔ ان تفاسیر میں بعض بنیادی اصولوں پر اجماع پایا جاتا ہے، جیسے نکاح کے مقاصد، باہمی حقوق و فرائض، اور حسن معاشرت، تاہم اطلاقی سطح پر فقہی تفصیلات میں اختلاف بھی نظر آتا ہے، خصوصاً طلاق کے طریقہ کار، خلع کی نوعیت، اور عورت کے مالی حقوق کے حوالے سے۔ مجموعی طور پر ان تفاسیر کی مدد سے ہمیں قرآن مجید کی ازدواجی تعلیمات کا ایک جامع، متوازن اور مختلف تناظرات سے پر مطالعہ میسر آتا ہے، جو معاصر پیچیدگیوں کے حل کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

زوجین سے متعلق رہنما اصول مفسرین کے آراء کی روشنی میں:

ازدواجی زندگی کی اہمیت و فوائد اور انسان کی فطری ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایسے اصولوں کا جاننا نہ صرف نہایت مفید اور سود مند ہے بلکہ اہل اسلام کے لیے ناگزیر ہے؛ جن کے جاننے اور اس پر عمل کرنے سے یہ نہ صرف اس زندگی کو بہتر اور پر سکون بنایا جا سکتا ہے۔ وہ چند رہنما اصول حسبِ ذیل ہو سکتے ہیں:

شریعت کی پابندی:

شریعتِ اسلامی میں زوجین کو اس بات سے روشناس کرایا گیا ہے کہ دونوں کی ایک دوسرے پر کچھ واجب الادا ذمہ داریاں ہیں۔ اور ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ جب شریعت کے سنہری اصولوں کو مدنظر رکھ کر زوجین زندگی گزاریں گے اور ایک دوسر کے حقوق ادا کریں گے تو انکا گھر جنت کا منظر پیش کرنے لگے گا۔ یہاں تک کہ عدت جو کہ طلاق، خلع یا شوہر کی وفات پر گزارنے کے وقت ہے اس کے بھی اصول بیان کیے گئے:

> وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۗ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (1)

> اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا اردہ رکھتے ہیں، اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے، اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

زوجین کے باہمی حقوق درج ذیل ہیں:

شوہر کے حقوق:

شوہر کی نافرمانی کرنے والی عورت کے بارے میں وعید سنائی گئی تا کہ دیگر عورتیں اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اعمال درست کرلیں۔ اس کے برعکس اچھی عورت جو کہ مطیع ہو اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے:

> ”إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح“[1]
>
> ترجمہ: ”اگر کوئی مرد اپنی عورت کو ہم بستر ہونے کے لیے بلائے اور وہ انکار کردے، اور پھر شوہر (اس انکار کی وجہ سے) رات بھر غصہ کی حالت میں رہے تو فرشتہ اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔“

اسی طرح خاوند کے حقوق کی اہمیت کے پیش نظر ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمایا:

> ”لو كنت آمر أحداً أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها“[2]
>
> ترجمہ: ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو یہ حکم کر سکتا کہ وہ کسی (غیر اللہ) کو سجدہ کرے تو میں یقیناً عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔“

بیوی کی فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، سوائے اس کے کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کے حکم کے خلاف ورزی کرنے کا کہے۔ اور جب تک بیوی اپنے خاوند کی اطاعت کرتی رہے گی ان کی ازدواجی زندگی بہار کا ساماں پیش کرتی رہے گی۔

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، (1999ء)،جامع الصحیح البخاری،الریاض،دارالسلام للنشر والتوزیع،(کتاب بدء الخلق، باب: اذا قال احدکم: آمین و الملائکۃ فی السماء، رقم الحدیث: 3237، حدیث : 6373، کتاب المغازی، باب: حجۃ الوداع، رقم الحدیث: 4409، حدیث: 5228)

[2] الترمذی ، محمد بن عیسی ،ابو عیسیٰ، (1983ء)،الجامع الصحیح، بیروت، دارالفکر ، (ابواب الرضاع عن رسول اللہﷺ، رقم الحدیث 1159، ابواب الرضاع عن رسول اللہﷺ، باب: ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، رقم الحدیث: 1162، كتاب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر، رقم: 1140، كتاب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ،رقم الحديث3545)

زوجین کے حقوق وفرائض:

اللہ تعالیٰ نے صرف مرد یا شوہر کے حقوق ہی بیان نہیں فرمائے بلکہ انصاف کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بیوی کے حقوق بھی بیان فرما دیے تاکہ نظام زندگی میں مساوات وعدل قائم رہے اور کسی کو اپنے حقوق کا ناجائز فائدہ اٹھانے کا موقع میسر نہ آئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾(1)

ترجمہ: ”اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو، اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔“

بیوی کو کھانا کھلانے، پوشاک پہنانے، اچھی بات چیت کرنے اور دیگر امور میں نیک برتاؤ کرنے کا حکم ہے حتی کہ اس کے بد خلقتی یا بد صورت ہونے پر بھی مرد کو برداشت کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور جدائی اختیار کرنے کی بجائے اس میں دوسری اچھائی تلاچ کرنے کی تاکید ہے۔ مفسرین اور ائمہ اسلام میں اس پر خوب لکھا ہے۔ چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں:

”وكان القوم يسيئون معاشرة النساء فقيل لهم وعاشروهن بالمعروف قال الزجاج هو النصفة فى المبيت والنفقة والاجمال في القول“[3]

لوگ خواتین کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آتے ان سے فرمایا گیا کہ خواتین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ شیخ زجاج نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ شب باشی، نفقہ میں انصاف اور ر گفتگو میں خوبصورتی اختیار کرو۔

تفسیر ابو سعود میں ہے:

”وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ خطاب للذين يسيئون العشرة معهن. والمعروف مالا ينكره الشرع والمروءة والمراد ههنا النصفة في المبيت والنفقة والإجمال فى المقال ونحو ذلك“[4]

”اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو۔ یہ ان لوگوں سے خطاب ہے جو بیویوں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ اور معروف سے مراد وہ امور جو شرعاً ناپسندیدہ نہ ہو۔ اور یہاں شب باشی، نفقہ، بات چیت میں خوبصورتی اور اس طرح دیگر امور ہیں۔“

مردوں کو یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ وہ اپنی ازواج کے ساتھ حسنِ سلوک والا معاملہ کریں۔ ساتھ میں یہ بھی فرما دیا اگر بیوی میں کوئی عیب ہو اور جو تمھیں ناگوار محسوس ہوتا ہو تو اس میں اللہ کی مصلحت سمجھ کر درگزر کرنا اور صبر کا دامن پھیلا کر اس بات کو تلاش کرنا کہ اللہ نے اس میں یقیناً

---

[3] رازی، فخر الدین محمد بن عمر ،(1421ھ)، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)۔ بیروت، لبنان ،دار الکتب العلمیہ، (ج 10،ص 11، ج6،ص 81، ج7، ص321)

[4] رازی، فخر الدین محمد بن عمر ،(1421ھ)، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)۔ بیروت، لبنان ،دار الکتب العلمیہ، (ج 10،ص 11، ج6،ص 81، ج7، ص321)

کوئی خوبی ضرور رکھی ہو گی اور اسکے ان عیوب کے عوض تمھیں کچھ کچھ نہ ضرور نفع پہنچایا ہو گا۔ کس قدر خوبصورت انداز میں گھر کو جوڑنے اور رشتہ ازدواج کو مضبوط اور قائم رکھنے کے لیے اصول پیش کیا۔

حدیث مبارک میں ہے:

’’أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً، وخياركم خياركم لنسائهم‘‘[5]

ترجمہ: ’’رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمنین میں سے کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو ان میں سے بہت زیادہ خوش اخلاق ہو، اور تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے۔‘‘

اس دنیا میں لاکھوں انسان بستے ہیں۔ ہر ایک کی طبیعت و مزاج الگ الگ ہیں۔ اور انسان فطری طور پر انسانوں سے الگ تھلگ ہو کر بھی نہیں رہ سکتا ہے۔ لہذا اس صورت میں اس کے اخلاق کا امتحان لمحہ بہ لمحہ لیا جاتا ہے۔ اور خصوصاً جب کے اس نے صنف مخالف کے ساتھ ہمیشہ رہنا ہو تو وہاں تو اعلی اخلاق کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس باعث رسول اللہ ﷺ نے رشتہ ازدواج کو مضبوط رکھنے کے لیے کس قدر بہتر انداز میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ آدمی کے اچھا ہونے کے لئے آدمی کا اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ ازدواجی زندگی کے لیے ایک بہترین اصول ہے۔

مہر:

مہر وہ فائدہ ہے جو عقد یا پھر دخول کی وجہ، خاوند کے لئے بیوی کو ادا کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بیوی کا حق ہے خاوند پر اور اللہ تعالی کی طرف سے احسان، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِـهِنَّ نِحْلَـةً﴾ (1)

ترجمہ: ’’اور عورتوں کو ان کے مہر راضی خوشی دے دو۔‘‘

نان ونفقہ:

علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ بیوی اگر خود کو اپنے شوہر کے سپرد کر دے تو خاوند پر لازم ہے وہ اپنی بیوی کو نان ونفقہ دے۔ اگر بیوی اپنے شوہر کی مطیع نہ ہو تو شوہر پر لازم نہیں کہ وہ نان ونفقہ ادا کرے۔

مرد وعورت کی یکساں حیثیت:

---

[5] الترمذی ، محمد بن عیسی ،ابو عیسیٰ، (1983ء)،الجامع الصحیح، بیروت، دارالفکر ، (ابواب الرضاع عن رسول اللهﷺ، رقم الحدیث 1159، ابواب الرضاع عن رسول اللهﷺ، باب: ما جاء فی حق المرأة على زوجها، رقم الحديث: 1162، كتاب النكاح، باب ما جاء في التسوية بين الضرائر، رقم: 1140، كتاب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ،رقم الحديث3545)

اسلام ایک ایسا متوازن اور منصف دین ہے کہ تمام لوگوں کے حقوق بیان کر دیے۔ کسی کو دوسرے کے ساتھ زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اگر مرد کو کچھ معاملات میں برتری دی ہے تو کچھ میں عورت کو۔ تاکہ دونوں میں سے کوئی ایک احساس تفاخر میں مبتلا نہ ہو۔ زوجین کے باہم حقوق کا ذکر کرتے ہوئے قرآن پاک میں یوں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾(1)

ترجمہ: ”اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے۔“

جس طرح عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے معاملات ذمہ داری سے پورے کریں۔ اسی طرح شوہروں پر بیویوں کے معاملات کی رعایت لازم ہے۔ مفسرین کرام نے قرآنی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زوجین کے مشترکہ حقوق کو ثابت کیا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق دونوں کے لئے مساوی ہیں چنانچہ امام رازی نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’واعلم أن المقصود من الزوجين لا يتم إلا إذا كان كل واحد منهما مراعياً حق الآخر وتلك الحقوق المشتركة كثيرة‘‘[6]

ترجمہ: تو جان لے کہ مرد و عورت کی ازدواجی زندگی کا مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال نہ رکھیں اور یہ بہت سے حقوق ہیں جو ان دونوں کے درمیان مشترک ہیں۔

- امام سیوطی نے اس کی وضاحت میں امام ضحاک سے منقول امام ابن جریر کی تفسیر کو بیان کیا ہے:

”جب خواتین اللہ کی مطیع ہوں اور اپنے خاوند کی مطیع ہوں تو مرد پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرے، اسے تکلیف نہ دے اور کشادگی کے ساتھ اس پر خرچ کرے۔“

امام سیوطیؒ نے تفسیر در منثور میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا:

”خبردار تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری عورتوں کے تم پر حق ہے، تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں

---

[6] سیوطی، علامہ جلال الدین ، 2018ء، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، لاہور، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، (ج1، ص 661، ص 715)

تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو اجازت نہ دیں، خبر دار اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے لباس اور طعام کے سلسلہ میں حسن ادائیگی کا مظاہرہ کرو“۔[7]

میں نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ رسول مبین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”أن تطعمها إذا طعمت وأن تكسوها إذا كسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا في البيت“[8]

ترجمہ: ”جب تم کھانا کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑے پہنو تو اپنی بیوی کو کپڑے پہناؤ اور اس کے چہرے پر مت مارو اور اس کو تن تنہا نہ چھوڑو مگر اپنے گھر میں۔“

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے:

”لهن من الحق مثل الذى عليهن“[9]

ترجمہ: ”عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں۔“

امام جصاص ؒ نے زوجین کے حقوق کی تفصیلات دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”بیوی کے حقوق میں حق مہر شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ معروف طریقے سے زندگی گزر بسر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا کہ: اچھے طریقے سے نبھاؤ یا بھلے طریقے سے علیحدہ کرو۔ اور یہ بھی فرمایا: بچہ کے لئے باپ پر کھانا اور لباس کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا: مرد خواتین کے لئے محافظ بھی ہیں اور منتظم بھی ہیں۔ اس باعث اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مرد خواتین پر اپنے مال کا تصرف کرتے ہیں۔ تو آیت کریمہ میں بیان کردہ نفقہ کی ادائیگی بھی عورت کا حق ہے۔“[10]

حقوق و فرائض میں مرد اور عورت کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں لیکن اجر میں دونوں برابر ہیں جیسا کہ قرآن میں واضح آیات نازل ہوئی ہیں۔

وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ نَقِیۡرًا (1)

---

[7] سیوطی، علامہ جلال الدین ، 2018ء، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، لاہور، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، (ج1، ص 661، ص 715)

[8] رازی، ابن ابی حاتم ، س ن، تفسیر القرآن العظیم، ریاض، مکتبہ نور مصطفیٰ الباز، ج 2، ص 416

[9] جصاص، امام ابی بکر احمد بن علی الرازي الجصاص الحنفی (۳۷۰-۳۰۵)، 1405ھ، أحكام القرآن، بیروت، دار إحياء التراث، ج 2، ص 28

[10] جصاص، امام ابی بکر احمد بن علی الرازي الجصاص الحنفی (۳۷۰-۳۰۵)، 1405ھ، أحكام القرآن، بیروت، دار إحياء التراث، ج 2، ص 28

> جو ایمان والا ہو مرد ہو یا عورت اور وہ نیک اعمال کرے، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے لئے جوڑے بنا کر زوجین کو ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین بنایا۔ دونوں کو پر سکون زندگی گزارنے کے طریقے بھی ارشاد فرمائے جو ان دونوں کے حقوق و فرائض شمار ہوتے ہیں۔ دورِ حاضر میں جہاں ہر طرف افرا تفری ہے، لوگوں کے ذہن منتشر ہیں، تصورات و خیالات شکوک و شبہات سے بھرے ہوئے ہیں، عورتیں اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہیں، عالمی قوتیں ان کے حقوق کا تعین کرتی پھر رہی ہیں اور خواتین کو مردوں سے آزادی دلانے کے چکر میں اصول و ضوابط وضع کر رہی ہیں۔ ایسے میں اگر اللہ تعالی کے چودہ سو سال قبل عطا کردہ احکامات، جو مصحف مقدس ہمارے پاس محفوظ ہیں، کو ایک عامیانہ طریقے سے سادہ انداز میں ترجمہ اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی نے جو حقوق بیوی کو عطا کئے ہیں وہ کسی بھی مذہب، معاشرہ کے تفویض کردہ حقوق سے بڑھ کر ہیں۔ ان کی کوئی نظیر نہیں۔ بیوی کے ساتھ حسن سلوک، نان و نفقہ، تعلیم و تربیت ضروریات و حاجات کو پورا کرنا بلا معاوضہ خاوند پر فرض ہے۔ صرف نکاح کے بعد یہ فرض عائد ہوتے ہیں اور بعوض فرائض بیوی سے خدمات کا تقاضا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مردوں کے حقوق کو بھی احادیث نے جن الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے وہ تشریح و توضیح کے محتاج نہیں ہیں۔ لہذا زوجین کے لیے جو اصول و ضوابط شریعت نے بنائے ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر اور ان حقوق و فرائض کی ادائیگی کر کے اس مقدس رشتہ کو دوام بخشا جا سکتا ہے۔ اللہ نے ازدواجی تعلق کو بنائے رکھنے اور آپس میں حسن سلوک احسان اور محبت کے جذبے کو بر قرار رکھنے نیز اختلافات کی صورت میں واپسی کی راہ کو پسند کیا ہے۔ اللہ کے احکامات میں بے شمار حکمتیں اور فوائد پنہاں ہیں مثلاً طلاق کے درمیانی وقفہ میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو معلوم ہو جائے اور دوبارہ حسن اخلاق کی روح زندہ ہو اور تعلق نہ ٹوٹے اس کی گواہی قرآن یوں دیتا ہے۔

وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَہُنَّ اَنۡ یَّکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ
اللّٰہُ فِیۡۤ اَرۡحَامِہِنَّ اِنۡ کُنَّ یُؤۡمِنَّ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوۡلَتُہُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّہِنَّ
فِیۡ ذٰلِکَ اِنۡ اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا ؕ وَ لَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ
عَلَیۡہِنَّ دَرَجَۃٌ ؕ وَ اللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (1)

> اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مَردوں (یعنی سابقہ شوہروں) کے لیے (سابقہ بیویوں کے ساتھ دوبارہ مصالحت کے معاملے میں) اُن سے بھی ایک گُنا زیادہ ذمہ داری ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہےo

شوہر کی خواہش بلا تردد پوری کرے:

زوجین سے متعلق ایک سنہری اور رہنما اصول یہ ہے کہ عورت اپنے شوہر کی خواہش پوری کرنے کو فوقیت دے۔ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کا مفہوم ہے کہ:

> ’’اگر عورت کسی سواری پر سوار ہے اور اس کے خاوند نے اس کو کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے تو وہ سواری سے نیچے اترے اور خاوند کی ضرورت پوری کرنے کے بعد پھر سواری پر سوار ہو‘‘۔ [11]

یعنی نبی مکرم ﷺ نے بیویوں کو تلقین کی کہ وہ خاوند کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کریں۔ اپنی تکلیف نظر انداز کریں۔ معمولی تکلیف کا خیال نہ کریں۔ یہی کام باعث اجر ہے اور بیوی کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ اجر عطا کرتے ہیں۔

- حدیث پاک کے مطابق:

> ’’جب کوئی بیوی اپنے خاوند کی ضرورت کو پورا کرتی ہے اور غسل کرتی ہے تو غسل کے پانی کے ہر ہر قطرے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔‘‘

اس عمل پر عورت کے کتنے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں تو جو اپنے خاوند کی مکمل اطاعت کرے گی اللہ تعالیٰ اس سے مکمل راضی ہو جائیں گے۔ اور اگر عورت خود کو اپنے خاوند کی حاجت کے لیے پیش نہیں کریں گی تو وہ گناہ کا راستہ تلاش کرنے لگے گا۔ لہذا جس کو حلال کھانے کو نہیں ملے گا تو صاف ظاہر ہے کہ حرام کی طرف للچائی نظروں سے دیکھے گا۔ اس لئے نیک بیویاں کو اپنے خاوند کی خواہش پوری کرنے میں معمولی مشکل کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ اور دوسری طرف خاوندوں کو بھی چاہیے کہ وہ بھی عورت کی ضرورت کا خیال رکھیں اور اس کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالیں۔ بلکہ یہ چیز تو پیار و محبت سے تعلق رکھتی ہے اور آپس میں افہام و تفہیم کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ’’وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهَا فَتَأْبَى عَلَيْهِ إِلا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا‘‘[12]
>
> ترجمہ: ’’رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بستر پر بلائے، وہ انکار کر دے تو باری تعالی اس سے ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ شوہر اس (بیوی) سے راضی ہو جائے۔‘‘

---

[11] مسلم بن حجاج، نیشاپوری ،(1420ھ)،الجامع الصحیح،بیروت، دار احیاء التراث العربیہ،(کتاب النکاح، باب: تحریم امتناعها من فراش زوجها، رقم الحدیث: 1436

[12] مسلم بن حجاج، نیشاپوری ،(1420ھ)،الجامع الصحیح،بیروت، دار احیاء التراث العربیہ،(کتاب النکاح، باب: تحریم امتناعها من فراش زوجها، رقم الحدیث: 1436، کتاب : فضائل الصحابہؓ، باب: فی فضل عائشہؓ، رقم الحدیث: 2442، کتاب: فضائل الصحابہ، باب: فی فضل عائشہؓ، رقم الحدیث: 2439)

نبی اکرم ﷺ نے ایسی عورتوں کے لئے وعید بیان کی ہے جو طاقت کے باوجود شوہر کی جنسی اور جسمانی خواہشات کی تکمیل میں تردد کرتی ہیں بغیر کسی شرعی عذر کے۔ اس عمل پر بیوی کو توبہ کرکے خود کو اللہ کے غصے سے محفوظ کرنا چاہئے۔ اگر بیوی شوہر کی حاجات پوری کرنے سے عاجز ہے تو شوہر ایک سے زائد نکاح کرسکتا ہے۔

صبر و تحمل:

صبر و تحمل اور برداشت ایک ایسا رہنما ٹول ہے جو مسائل سے چھٹکارہ دلاتا ہے۔ مستحسن زندگی بسر کرنے میں مددگار ہے۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ کہ صابر بندوں کو براہ راست اللہ کی حمایت و نصرت حاصل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُـوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ اِنَّ اللّـٰهَ مَعَ الصَّابِـرِيْنَ﴾ (1)

ترجمہ: ”اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

افسوس آج کا مسلمان اس تریاق کو ترک کرچکا ہے۔ جس بابت مشکلات، مسائل اور پریشانیوں کے انبار لگ رہے ہیں۔ دماغی امراض ڈپریشن، فرسٹریشن اور ٹینشن جیسے امراض لاحق ہیں۔ مظاہر کائنات میں صبر کے نمونے موجود ہیں۔ جیسا کہ سورج و چاند کی اپنے مخصوص مدار میں گردش، پھول و پھل کا آنا۔ یہ سارے مظاہر ہمیں صبر کی اہمیت سکھاتے ہیں۔

انسان قدرتی طور پر عجلت پسند ہے اور عورت میں کچھ عجلت کا مادہ بھی مرد کی بنسبت زیادہ پایا جاتا ہے اس لیے زوجین میں خاص طور سے عورت کو تلقین کی گئی کہ وہ صبر و تحمل پیدا کرے۔ اور اگلی بات یہ کہ عورت کے اندر صبر و تحمل زیادہ ہونا چاہیے۔ عورت کو گھر کا والی مانا جاتا ہے کہ گھر کی بنیاد ہوتی ہی عورت کے اوپر ہے۔ اگر عورت گھر آباد کرنا چاہے تو گھر آباد رہتا ہے اور برباد کرنا چاہے تو برباد ہو جاتا ہے۔ مرد اگر کلہاڑا لے کر بھی اپنے گھر کی بنیادیں گرانا چاہے تو نہیں گرا پاتا۔ عورت اگر سوئی سے بنیادیں گرانا چاہے تو مرد سے جیت سکتی ہے۔ اسی باعث عورت میں صبر، تحمل ہونا چاہیے۔ کبھی کوئی خلاف طبیعت امر ہو بھی جائے تو سوچے صابرین سے اللہ تعال محبت کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ (1)

ترجمہ: ”اللہ کے لئے صبر کرلو۔“

رسول اللہ ﷺ سے زیادہ صبر کرنے والی شخصیت کون ہوسکتی ہے؟، لیکن پھر بھی صبر کی تلقین فرمائی کیوں کہ عجلت میں کیا ہوا فیصلہ یا کام ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتا ہے۔ اس لیے عورت کو کبھی خاوند کی کوئی ناگوار بات کردی وہ اس پر صبر کرلے۔ اور سوچے کہ وہ کونسا ہمیشہ غصہ کرتے ہیں۔ ایسے طرز پر صبر ہو تو زندگی اچھی بسر ہو جاتی ہے۔

بیوی پر خرچ کرنا بہترین اصول:

الفت اور محبت بنیادی باتیں ہیں جو میاں بیوی کے درمیان قائم ہونی چاہیں۔ یہ قیام حقوق کے لئے ضروری ہے۔ اس ضمن میں بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ملتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا، حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ‘‘(2)

ترجمہ: ’’یعنی اگر تو اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑ جائے تو یہ اس سے بہتر ہو گا کہ محتاجی میں انہیں اس طرح چھوڑ کر جائے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ یہ یاد رکھو کہ جو خرچ بھی تم اللہ کی رضا کی نیت سے کرو گے تو اس پر بھی تمہیں ثواب ملے گا۔ حتی کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو۔‘‘

اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کے لیے وراثت میں مال چھوڑنے کو بہترین قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا، جو مال اپنی بیوی پر خرچ کرو گے وہ بھی تمہارے لیے اجر و ثواب کا سبب ہے۔ اب اسلام نے زوجین کے لیے ایسا بہترین اصول مرتب فرما دیا کہ جو زوجین کی باہمی زندگی کے لیے انتہائی کارآمد ثابت ہو گا۔ لیکن عصر حاضر میں معاشرے میں لوگ پیسہ جمع کرنے میں چاک و چوبند نظر آتے ہیں جبکہ اہل خانہ پر خرچ کرنے میں بخیل ہیں۔

آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خود کھانے، اہل و عیال کو کھلانے اور خادم کو کھلانے کو صدقہ قرار دیا ہے۔[13]

زوجین اور گھر کا ماحول:

باغ اور بہار جیسے آپس میں لازم و ملزوم ہیں بعینہٖ زوجین کا رشتہ بھی باغ و بہار ہے ایک نہ ہو تو دوسرا بھی بے معنی۔ مرد و عورت کے رشتہ کا آغاز شادی کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور میاں بیوی کا رشتہ لباس کی مانند ہوتا ہے۔ لباس سے مراد ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈالا جائے۔ لیکن اب حالات اس کے برعکس ہیں، بیوی دلچسپی سے شوہر کے خاندان کے افراد کی عیب جوئیاں کرتی ہے اور خاوند بیوی کے قصے سنا کر اس کی تنزلی کی کوشش کرتا ہے۔

مرد کی کامیابی کے لئے زن کی تائید اہمیت کی حامل ہے۔ عورت کی دیگر ذمہ داریوں میں گھر سنبھالنا شامل ہے۔ مرد کی ذمہ داری میں شامل ہے کہ وہ گھر سے باہر محنت مشقت کر کے روزی کمائے اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کو پورا کرے۔ جب زوجین اپنے فرائض بخوبی سر انجام دیتے رہیں گے تو گھر کا ماحول اور انکا آپس کا رشتہ و تعلق انتہائی مضبوط رہے گا جو کہ ایک مضبوط قلعہ ثابت ہو گا۔ یہ زوجین کے مابین خوشگوار زندگی کے لیے ایک بہترین اور سنہری اصول ہے۔

دل لگی اور دل جوئی کی باتیں:

---

[13] مسلم بن حجاج، نیشاپوری ،(1420ھ)،الجامع الصحیح،بیروت، دار احیاء التراث العربیہ،(کتاب النکاح، باب: تحریم امتناعها من فراش زوجها، رقم الحدیث: 1436، کتاب : فضائل الصحابہؓ، باب: فی فضل عائشہؓ، رقم الحدیث: 2442، کتاب: فضائل الصحابہ، باب: فی فضل عائشہؓ، رقم الحدیث: 2439)

- زوجین کا تعلق نعمت ربی ہے۔ اس تعلق کی پختگی اور دوام کے لئے آپس میں حقوق کا لحاظ کرنا چاہے۔ مشکوۃ شریف میں درج ہے رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

> ”اے مخاطب (شخص)! تو نے نکاح کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہو گی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کرے۔“

اس سے مراد ہے کہ نکاح جیسا اور کوئی تعلق نہیں جو دو دلوں میں آپسی الفت کو بڑھادے۔

> ”رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمارے لیے بہترین مشعلِ راہ ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ اپنی پاک بیویوں خاص طور پر حضرت عائشہؓ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ وہ اللہ کے رسول کی محبوب چیز سے محبت کریں گی؟ جب حضرت فاطمہؓ نے کہا کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے اپنی محبوب حضرت عائیشہؓ کا نام لیا۔“[14]

عموماً عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس حجرات میں خبر گیری کے لیے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے مطابق شاذ و نادر ہی ہوا کہ آپ ﷺ (عصر کے بعد) بیویوں پاس نہ گئے ہوں۔ اسلام میں شوہر کے ذمہ ہے کہ نکاح کے بعد زوجہ کی خبر گیری اور اس کا نان و نفقہ رہائش، شوہر کا اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہے کہ آپ ﷺ گھر والوں سے گفتگو فرماتے، ان کا حال دریافت فرماتے، گھر کے کاموں میں ان کی مدد کرتے۔ دیگر معاملات کی طرح ازدواجی زندگی کے معاملات میں بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی مثالی نمونہ ہے۔

جدوجہد برائے حفاظتِ عفت و عصمت:

بے حیائی کا دو دوراں ہے، فحاشی عام ہو چکی ہے، عزت کی حفاظت کرنا دشوار ہو چکا ہے۔ جس کی بڑی وجہ نظروں کی حفاظت نہ کرنا ہے۔ اور معاملات میں خرابی کا سبب ہی نظر ہے۔ اور اب ماحول ایسا ہے کہ جابجا اخلاط اور بد نظری کے مواقع ہیں۔ جو عزت کے میناروں کو پاش کرتے ہیں۔ اسلام ان برائیوں کو جڑ سے نکالنے کا عزم رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں پردے کے سخت احکام بیان کیے تا کہ بے حیائی کی روک تھام ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس معاملے میں اہم ارشادات فرمائے جن میں سے ایک درج ذیل ہے:

> ”النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها مِن مخافتی ابدلته ايمانا يجد حلاوته فی قلبه“ [15]

---

[14] منذری، ابو محمد عبد العظیم، 2017ء، الترغیب و الترہیب: لاہور، اکبر بک سیلرز، ج 3، ص 24

[15] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، (1999ء)، السنن، ریاض، دارالسلام للنشر و التوزیع، کتاب النکاح، باب: ما یؤمر بہ من غض البصر، حدیث: 2149

ترجمہ: ”نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو اسے میرے خوف سے چھوڑ دے، تو میں اس کے عوض ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔“

چونکہ نظر، گناہ اور بے حیائی کا سبب بنتی ہے۔ اسی بات کو مد نظر رکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مردوں کو ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِن اَبصَارِ ھِمْ وَیَحْفَظُوا فُرُوجھم ذٰلِکَ اَزْکٰی لھم﴾(1)

ترجمہ: ”آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے! کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے۔“

”حضرت علیؓ کو حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ تاکید کی تھی ایک مرتبہ بلا ارادہ دیکھنے کے بعد دوسری دفعہ دیکھنے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ پہلی نظر کی معافی ہے جبکہ دوسری نظر کی گنجائش نہیں۔“[16]

نظروں کی حفاظت کرنا ایسا بہترین اصول ہے جس کے ذریعے سے ازدواجی زندگی کو محفوظ اور باقی رکھا جا سکتا ہے۔

منفی سوچوں کو مثبت سوچوں میں تبدیل کرنا:

اللہ رب العالمین نے عورت کی پیدائش مرد کی ٹیڑھی پسلی سے کی ہے اور اگر اسکو سیدھا کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ یقیناً کبھی سیدھی نہ ہوگی بلکہ وہ ٹوٹ جائے گی لہذا مرد کو چاہیے کہ وہ زوجہ کا مزاج سمجھنے کی کوشش کرے۔ اگر مرد اس کو اپنے سر پر سوار کرلے گا اور خواہش کرے گا کہ عورت بعینہ میری توقعات پر پوری اترے تو ایسا ہرگز ممکن نہ ہوگا بلکہ گھر کی تباہی کا سبب بنے گا۔ لہذا یہ ایک بہترین اصول ہے کہ عورت کو اس کے مزاج کے مطابق ہی Deal کیا جائے تاکہ گھر کے نظام کو چلایا جا سکے۔

جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات کے مزاج شریفہ سے بے حد شناس و واقفیت رکھتے تھے، آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے ایک مرتبہ فرمایا:

”عائشہ! جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو یا ناراض ہوتی ہو تو پتہ چل جاتا ہے۔ پوچھا: کیسے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: وربِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (محمد کے رب کی قسم!) اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: وربِّ اِبراہیم (ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم!)۔ اور جواب میں ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”لا أھجر إلّا اسمَک“ ناراضگی کے عین موقع پر بھی میں فقط آپ کا نام چھوڑتی ہوں، باقی دل میں برابر آپ کی محبت برقرار رہتی ہے۔“[17]

---

[16] مودودی، ابو الاعلیٰ، مولانا، (1991ء)، تفہیم القرآن، لاہور، ترجمان القرآن، ط11، (ج 3، ص 745، ج 1، ص 325، ج6، ص 29)

[17] بخاری، محمد بن اسماعیل، (1999ء)، جامع الصحیح البخاری، الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، (کتاب بدء الخلق، باب: اذا قال احدکم: آمین و الملائکۃ فی السماء، رقم الحدیث: 3237، حدیث : 6373، کتاب المغازی، باب: حجۃ الوداع، رقم الحدیث: 4409، حدیث: 5228)

یہ زوجین کے لیے رہبر اصول ہے جن کی زوجین کو ضرورت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مزاج سے بخوبی واقف ہوں۔ اور ایک دوسرے کے لیے مثبت رویہ اختیار کریں۔

اصولِ رحمت ومودت:

دونوں اصناف کے مابین ازدواجی تعلق مودت ورحمت پر منحصر ہے۔ اور یہ مودت ورحمت انسان کو خاندانی زندگی میں تسکین دیتی ہے۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے سے پتہ چلتاہے کہ اسلام میں ازدواجی زندگی کا مقصد ہی باہمی تسکین ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِه اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ (1)

ترجمہ: ”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے ہیں تاکہ تمہیں ان کے پاس سکون حاصل ہو۔ اور پیدا کی تمہارے درمیان محبت اور رحمت۔“

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

> ”زوجین کے مابین جذب وکشش یا باہمی محبت کا محرک، جنسی تعلق کا قیام ہے جو انہیں ایک دوسرے سے چسپاں رکھتے ہیں۔“[18]

ازدواجی زندگی کو کس قدر خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا، رب کریم نے جس کے ساتھ تمہارا جوڑا بنایا ہے اس کو تم ہی سے پیدا کیا ہے لہٰذا آپس میں فیاضانہ رویہ رکھنا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ان کی جدائی یکجائی سے بہتر ہے، کیونکہ مودت ورحمت کے خاتمے کے بعد یہ تعلق مردہ جسم کی مانند ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (1)

ترجمہ: اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیز گاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اگر تم میں باہمی اتفاق واتحاد نہ ہوسکے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (1)

ترجمہ: ”پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یعنی کوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

اگر یہ مودت ورحمت والا رشتہ قائم نہ ہوسکے تو اولاً تو کوشش کرنا کہ بھلے طریقے سے زوجہ کو اپنے پاس روکے رکھو اگر یہ نہ ہوسکے تو احسن طریقے سے اسکو رخصت کردینا۔

ایک سے زائد ازواج کے مابین عدل ومساوات کا اصول:

---

[18] مودودی، ابو الاعلیٰ، مولانا، (1991ء)، تفہیم القرآن، لاہور، ترجمان القرآن، ط11، (ج 3، ص 745، ج 1، ص 325، ج6، ص 29)

دین اسلام ایک مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ کی دو بیویاں، سیدنا موسیٰؑ کی متعدد بیویاں تھیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مرد اسکی سخت شرائط وضوابط کو پورا کرنے کی مکمل استطاعت رکھتا ہو۔ اس میں پہلی اور بنیادی شرط عدل و مساوات ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

> ﴿ وَاِن خِفْتُمُ اَلَّا تُقْسِطُوا فِى الْيَتَامٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰث وَرُبَعَ فَإِنْ خِفْتُمُ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى اَلَّا تَعُولُوا﴾
> (1)

> ترجمہ: ”اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار (مگر یہ اجازت بشرط عدل ہے) پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم (زائد بیویوں میں) عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک ہی عورت سے (نکاح کرو) یا وہ کنیزیں جو (شرع) تمہاری ملکیت میں آئی ہوں، یہ بات اس سے قریب تر ہے کہ تم سے ظلم نہ ہوں۔“

مہر اور عدل عورت کو ملنا چاہیئے خواہ اس سے نکاح یتیم کی کفالت کے پیش نظر ہو یا اور مقصد ہو۔ اور یہ حقوق خوشی کے ساتھ عورت کو ادا ہونے چاہیں۔ اور پھر فرمایا کہ زائد بیویں کی حد چار ہے اس سے زیادہ کی بیک وقت رکھنے کی اجازت نہی ہے۔

> مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ ایک سے زائد نکاح سے مقصود تحصین فرج اور عفت ہے۔ شریعت مطہرہ نے اتنی کھلی آزادی بھی نہیں دی کہ شہوت پھیل جائے تنگی بھی اس قدر نہیں رکھی کہ ایک ایک سے زائد نکاح ہی نہ کر سکے۔“[19]

عورت کو تاکید کی گئی ہے کہ اپنے حقوق کی ادائیگی میں مرد کی کوتاہی کی صورت میں مرد سے سمجھوتہ کرلے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

> ﴿ وَاِنِ امْرَاۃ خَافَتْ مِنْ بَعْلِها نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنهمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ، وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللہ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ (1)

> ترجمہ: ”اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے زیادتی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو اِس میں حرج نہیں کہ دونوں آپس میں کوئی سمجھوتا کرلیں، سمجھوتا ہی بہتر ہے۔ حرص لوگوں کی سرشت میں ہے۔ ہاں، اگر تم اچھا رویہ اختیار کرو گے اور اللہ سے ڈرو گے تو جو کچھ تم کرو گے، اللہ اُس سے پوری طرح واقف ہے۔“

---

[19] کاندہلوی، مولانا ادریس، (2009ء)، معارف القرآن، لاہور، مکتبہ الحسن، ج2، ص 134، ج 4، ص 471، ج 1، ص446، ج2، ص127، ج1، ص446

دونوں آیات سے واضح ہوا کہ اللہ رب العزت نے مرد کو زیادہ نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی ایک اصول بھی بیان کر دیا کہ اگر تم ازواج کے مابین عدل وانصاف کے قیام کو ممکن بناسکتے ہو تو تمھیں اجازت ہے، لیکن اگر تمھیں خوف ہے کہ تم انکے مابین انصاف ناممکن سمجھو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرلو۔

مفتی محمد شفیع صاحب رقمطراز ہیں کہ:

> ”ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا رواج زمانہ جاہلیت میں عام تھا اور سراسر ظلم تھا۔ مگر بیویوں میں عدل کا معاملہ پیش نظر نہ تھا۔ جس کی طرف میلان بڑھا اس کے لیے نوازشات کی جاتیں اور دوسری بیویوں کے حقوق کو بالائے طاق رکھ کر صرفِ نظر کر دیا جاتا جو کہ سراسر ظلم وناانصافی ہے۔“[20]

اور رشتہ ازدواج کی اہمیت کی وجہ سے دوسری طرف یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی عورت اس بات سے ڈرے کہ اسکا خاوند اسکے حقوق پورے نہیں کر سکے گا تو اسکو چاہیے کہ اس سے کوئی سمجھوتہ کرلے۔ لہذا اگر دیکھا جائے تو یہ ایک بہترین اصول ہے جو رشتہ ازدواج کو مستحکم کرتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

> ﴿ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (1)
>
> ترجمہ: ”اور تم ہرگز اس بات کی طاقت نہیں رکھتے کہ (ایک سے زائد) بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کر سکو اگرچہ تم کتنا بھی چاہو۔ پس (ایک کی طرف) پورے میلان طبع کے ساتھ (یوں) نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو (درمیان میں) لٹکتی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرلو اور (حق تلفی وزیادتی سے) بچتے رہو تو اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

رسول اکرم ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ یکساں سلوک کی کوشش فرماتے اور (بارگاہ الہی میں) عرض کرتے:

> ”اللَّهُمَّ هَذِهِ قِسْمَتِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ“ (3)
>
> ترجمہ: ”اے اللہ! یہ تقسیم تو میرے اختیار میں ہے پس تو مجھے اس چیز میں ملامت نہ کر جس کا میں مالک نہیں۔“

معاصر ازدواجی پیچیدگیاں اوران کا شرعی تجزیہ

---

[20] شفیع، مفتی محمد، (2015 ء)، معارف القرآن، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، (ج 2، ص 294، ج 5، ص 464، ج 5، ص 466، ج 5، ص 474، ج2، ص 278، ج 4، ص252، ج5، ص104، ج 5، ص 148)

معاصر دور میں ازدواجی زندگی کئی پیچیدہ مسائل کا شکار ہے جن کی نوعیت صرف سماجی یا معاشی نہیں بلکہ فکری، نفسیاتی، اور قانونی بھی ہے۔ جدید تعلیم، میڈیا کے اثرات، عورتوں کے بدلتے ہوئے کردار، اور مغربی خاندانی تصورات نے مسلم معاشروں میں بھی روایتی ازدواجی نظام کو چیلنج کیا ہے۔ ان حالات میں قرآن مجید میں بیان کردہ اصولی ہدایات کی روشنی میں ان مسائل کا تجزیہ نہایت ضروری ہے تاکہ ان کا شرعی حل پیش کیا جا سکے۔ مثال کے طور پر **خلع** کا مسئلہ معاصر خواتین میں بڑھتی ہوئی خودمختاری کی وجہ سے نمایاں ہوا ہے۔ بعض تفاسیر میں خلع کو محض شوہر کی اجازت سے مشروط قرار دیا گیا، جبکہ دیگر تفاسیر (مثلاً تفسیر قرطبی اور تفسیر مراغی) میں عورت کی فطری آزادی اور عدالتی ثالثی کو بنیاد بنا کر خلع کو ایک جائز حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح **طلاق ثلاثہ** کے فوری نفاذ اور اس کے مضمرات پر بھی معاصر قانونی نظام اور تفسیری آراء میں مباحث جاری ہیں، جن میں بعض مفسرین (جیسے اصلاحی) نے اسے بدعت قرار دے کر اصلاح کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اسی طرح **گھریلو تشدد**، عورتوں کی **تعلیم و ملازمت**، اور **نان و نفقہ** جیسے مسائل بھی ازدواجی نظام کو متاثر کر رہے ہیں۔ قرآن میں شوہر کو **قوامیت** کا درجہ دیا گیا ہے، لیکن یہ **قوامیت** **ظلم** و تسلط نہیں بلکہ عدل، **کفالت**، اور اخلاقی قیادت پر مبنی ہے۔ تفاسیر میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے مفسرین نے واضح کیا ہے کہ شوہر کو بیوی کے جذبات، جسمانی تحفظ، اور معاشی استحقاق کا خیال رکھنا ہوگا۔ علاوہ ازیں، **بچوں کی تحویل** (custody) اور **خاندانی منصوبہ بندی** جیسے جدید مسائل بھی اجتہادی تفہیم کے متقاضی ہیں۔ بعض مفسرین نے سورۃ البقرہ، النساء اور الطلاق کی آیات کی روشنی میں بچوں کی بھلائی کو اولیت دی ہے، اور خاندانی منصوبہ بندی کو مباح قرار دیا ہے بشرطیکہ یہ خلافِ شریعت ذرائع سے نہ ہو۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو منتخب تفاسیر میں موجود اصولی بصیرت ہمیں نہ صرف ازدواجی زندگی کی اصل روح سے روشناس کراتی ہے بلکہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ کیسے قرآن کے ابدی اصولوں کو بدلتے ہوئے سماجی حقائق پر منطبق کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں اعتدال، حکمت اور علمی بصیرت کو ملحوظ رکھا جائے۔

اطلاقی مطالعہ اور موجودہ قانونی نظام

ازدواجی زندگی سے متعلق قرآنی اصولوں اور تفسیری تعبیرات کا اطلاق جب معاصر قانونی نظام پر کیا جاتا ہے تو کئی عملی مسائل اور تضادات سامنے آتے ہیں۔ خصوصاً برصغیر کے پس منظر میں مسلم پرسنل لا، عدالتی فیصلے، اور معاشرتی روایات مل کر ایک ایسا قانونی ڈھانچہ تشکیل دیتے ہیں جس میں شریعت کے اصل مقاصد اور تفاسیر میں موجود اعتدال بعض اوقات پسِ پشت چلے جاتے ہیں۔ اطلاقی مطالعہ کا مقصد یہی ہے کہ قرآن و سنت کی اصل روح کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیری مباحث کو قانونی و عدالتی نظام کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ مثلاً **طلاق ثلاثہ** کے مسئلے کو ہی لیجیے، تو بعض عدالتوں نے اسے ایک طلاق شمار کیا ہے، جبکہ روایتی فقہی رائے تین شمار کرتی ہے۔ یہاں تفسیر ابن تیمیہ، ابن قیم اور تدبر قرآن کی آراء اس جدید قانونی موقف کے قریب تر ہیں، جو عدل، توازن اور رجوع کے مواقع فراہم کرنے پر زور دیتی ہیں۔ اسی طرح **خلع** کے مقدمات میں خواتین کو طویل عدالتی عمل سے گزرنا پڑتا ہے، حالانکہ قرآن اور تفسیر قرطبی و مراغی میں خلع کو فوری اور معقول بنیادوں پر قابلِ اطلاق قرار دیا گیا ہے۔ عورتوں کے **وراثتی حقوق**، **نان و نفقہ**، اور **بچوں کی تحویل** جیسے مسائل میں بھی شرعی اصول اور قانونی اطلاق میں بعض اوقات تضاد پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ قرآن واضح طور پر مرد و عورت دونوں کے مالی اور خاندانی حقوق کا تعین کرتا ہے، لیکن قانونی نظام میں بعض اوقات مرد کو غیر ضروری فوقیت دی جاتی ہے یا عورت کے تحفظ کی آڑ میں

شرعی حدود کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اطلاقی مطالعہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مفسرین کی بصیرت کو اجتہادی بنیاد پر قانونی ماہرین، عدالتوں، اور پالیسی سازوں تک منتقل کیا جائے۔ اس کے لیے علماء، قانون دانوں، اور ماہرینِ معاشرت کا بین الشعبہ مکالمہ (interdisciplinary dialogue) ضروری ہے تاکہ شریعت کی اصل تعلیمات پر مبنی متوازن اور منصف مزاج قانونی نظام تشکیل پا سکے، جو نہ صرف قرآن کے اصولوں سے ہم آہنگ ہو بلکہ معاشرتی عدل و امن کو بھی یقینی بنائے۔

اختتامی تجزیہ اور سفارشات

ازدواجی زندگی انسانی معاشرت کا بنیادی اور حساس ترین شعبہ ہے، جس کی تنظیم و اصلاح کے لیے قرآن مجید نے اصولی، اخلاقی اور قانونی رہنمائی فراہم کی ہے۔ منتخب تفاسیر کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ قرآن کا انداز نہ صرف اصولی (normative) ہے بلکہ اطلاقی (practical) بھی، جہاں نکاح کو سکون، مودت اور رحمت کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور اختلاف کی صورت میں اصلاح و مصالحت، عدل و انصاف اور حسنِ سلوک جیسے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ معاصر پیچیدگیوں —جیسے خلع، طلاق ثلاثہ، گھریلو تشدد، مالی حقوق، اور بچوں کی تحویل— کے تناظر میں ان اصولوں کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کی تعلیمات ہر دور میں قابلِ اطلاق اور مسئلہ کشا حیثیت رکھتی ہیں، بشرطیکہ ان کی تفہیم صحیح منہج پر کی جائے۔ منتخب تفاسیر جیسے **ابن کثیر، قرطبی، مراغی، اور تدبر قرآن** ان اصولوں کی تعبیر مختلف زاویوں سے پیش کرتی ہیں: بعض فقہی گہرائی رکھتے ہیں، بعض جدید سماجی رجحانات سے ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں، اور بعض اخلاقی و اصلاحی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان سب کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ازدواجی اصولوں کی تفسیر میں توازن، حکمت، اور اجتہادی بصیرت کی ضرورت ہے، تاکہ نہ روایت سے انحراف ہو، نہ ہی عصری تقاضوں سے غفلت برتی جائے۔

سفارشات:

- علماء، وکلاء اور خاندانی مشیروں کے لیے ایسے کورسز متعارف کرائے جائیں جو قرآنی اصولوں اور تفسیری بصیرت پر مبنی ہوں تاکہ وہ بہتر فیصلہ سازی کر سکیں۔
- عصری قانونی نظام کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے علماء و قانون دانوں کے درمیان منظم مکالمے اور کانفرنسز منعقد کی جائیں۔
- طلاق، خلع، نان ونفقہ، اور بچوں کی تحویل جیسے معاملات میں قرآنی اصولوں اور تفسیری تعبیرات کی روشنی میں قوانین کا ازسرِ نو جائزہ لیا جائے۔
- جامعات اور تحقیقی ادارے ازدواجی مسائل پر تفسیری، فقہی اور قانونی مطالعے کو فروغ دیں تاکہ علمی سطح پر رہنمائی کے ساتھ سماجی سطح پر بھی بہتری لائی جا سکے۔
- عام مسلمان مرد و عورت کو ازدواجی حقوق و فرائض، حسنِ معاشرت، اور اختلاف کی صورت میں اسلامی حل سے آگاہ کرنے کے لیے دروس، لیکچرز، اور سوشل میڈیا مہمات ترتیب دی جائیں۔

اس تحقیق کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ قرآن مجید نہ صرف ازدواجی زندگی کے بحرانوں کا حل فراہم کرتا ہے بلکہ انسانی فطرت، معاشرتی ساخت اور عدل و احسان کی بنیاد پر ایک ایسا نظام عطا کرتا ہے جو ہر دور کے لیے قابلِ عمل اور اصلاحی قوت کا حامل ہے۔